صُحُفٌ مُّطَهَّرَةٌ فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر میخواست
آخر آمد زپس پردۂ تقدیر پدید

یعنی

اردو ترجمہ

مکتوبات امام ربّانی

حضرت مجدد الف ثانی الشیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ

دفتر دوم ——— حصہ دوم

تصحیح و حواشی و ترجمہ

مولانا محمد سعید احمد صاحب نقشبندی

خطیب و امام مسجد حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لاہور

ناشر

مدینہ پبلشنگ کمپنی - بندر روڈ کراچی

طبع اول ــــــ آفسٹ ایڈیشن ــــــ ۱۹۷۲ء

طابع و ناشر: ــــــ مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ کراچی

مطبع: ــــــ مشہور آفسٹ پریس کراچی

تعداد: ــــــ دو ہزار (۲۰۰۰)

قیمت: ــــــ 60 ــــــ حصہ ہفتم، ہشتم، نہم } مجلد معہ پلاسٹک کور

ملنے کا پتہ

مدینہ پبلشنگ کمپنی۔ بندر روڈ کراچی (پاکستان)

فہرست مضامین حصہ ہفتم از مکتوبات مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

متابعت کا پانچواں درجہ آنحضرت علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے کمالات کی اتباع کا ہے۔ کہ ان کمالات کے حصول میں علم اور عمل کو کوئی دخل نہیں ہے۔ بلکہ یہ صرف اللہ تعالےٰ کے فضل و احسان سے وابستہ ہے۔ اور یہ نہایت ہی بلند مقام ہے۔ پہلے ذکر شدہ مراتب کو اس مرتبہ سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔

اصل میں یہ کمالات اولوالعزم انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اور تبعیت و وراثت کے طور پر جس کو بھی اس دولت سے مشرف فرما دیں

اور متابعت کا چھٹا درجہ آنحضرت علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ان کمالات کی اتباع ہے۔ جو آنحضرت علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام محبوبیت کے ساتھ مخصوص ہیں۔ جس طرح درجہ پنجم میں کمالات کا فیضان محض فضل اور احسان سے تھا۔ اسی طرح اس چھٹے درجہ میں آنحضرت کے کمالات کا فیضان صرف محبت سے ہے۔ جو کہ پہلے فضل اور احسان سے بلند ہے۔ اور متابعت کا یہ درجہ بھی بہت ہی کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔

پہلے درجہ کو چھوڑ کر متابعت کے باقی پانچ درجے سب کے سب عروج کے مقامات سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ان کا حصول عروج سے وابستہ ہے

متابعت کا ساتواں درجہ وہ ہے۔ جو نزول و ہبوط سے تعلق رکھتا ہے۔ اور متابعت کا یہ ساتواں درجہ پہلے تمام درجات کا جامع ہے۔ اس لئے کہ اس مقام میں نزول بھی تصدیق قلب اور اطمینان نفس ہے۔ اور جسم کے عناصر اربعہ کا اعتدال بھی اس میں ہے۔ کہ وہ سرکشی اور نافرمانی سے باز آجاتے ہیں۔ یوں سمجھیں کہ پہلے درجات اس متابعت کے اجزا تھے۔ اور یہ درجہ ان کے لحاظ سے کل کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس مقام میں پہنچ کر تابع اپنے متبوع سے اس طرح کی مشابہت پیدا کر لیتا ہے۔ کہ گویا پیروی (تبعیت) کا نام درمیان سے اٹھ جاتا ہے۔ اور تابع اور متبوع کا امتیاز دور ہو جاتا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ تابع اپنے متبوع کی طرح جو کچھ بھی حاصل کرتا ہے۔ وہ اصل سے براہ راست حاصل کرتا ہے۔ گویا دونوں ایک ہی چشمہ سے پانی پیتے ہیں۔ اور دونوں ایک ہی پہلو کی آغوش میں ہیں۔ اور دونوں ایک ہی بستر میں ہیں۔ اور دونوں شیر و شکر کی طرح ملے جلے ہوتے ہیں۔ تابع کہاں ہے۔ اور متبوع کون؟ اور تبعیت کیسی؟ اتحاد نسبت میں تغایر نسبت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

عجب معاملہ ہے۔ کہ اس مقام میں جتنا بھی گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے۔ تبعیت کی نسبت بالکل معلوم نہیں ہوتی۔ اور تابعیت اور متبوعیت کا کوئی امتیاز نظر نہیں آتا۔ بس اتنا ہے۔ کہ تابع اپنے آپ کو طفیلی سمجھتا ہے اور اپنے آپ کو نبی کے کمالات کا وارث جانتا ہے۔ (علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام) یہ تو یقینی بات ہے۔ کہ تابع اور ہوتا ہے۔ اور طفیلی اور وارث اور ہر چند کہ یہ سب بظاہر تابع کی قطار میں نظر آتے ہیں۔ لیکن یہ تو ظاہر ہے۔ کہ تابع میں

متبوع کی جیلولہ رحائل ہونا درکار ہے۔ اور طفیلی اور وارث کے لئے متبوع کا حائل ہونا درکار نہیں ہے۔ تابع اپنے متبوع کا بچا کچا کھاتا ہے۔ اور طفیلی ضمنی طور پر ساتھ بیٹھ کر کھانے والا ہے۔

قصہ مختصر یہ کہ جو دولت بھی آئی ہے۔ وہ اصل میں انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے لئے آئی ہے۔ اور امتوں کی سعادتمندی اس میں ہے کہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی طفیل اس دولت سے مستفید ہوں۔ اور ان کا پس خوردہ تناول فرمائیں۔ ؎

شعر[1] در قافلہ کہ اوست دانم نرسم ۔۔۔۔ ایں بس کہ رسد ز دور بانگ جرسم

کامل تبع وہ شخص ہے۔ جو ان سب درجات میں پوری طرح متابعت سے آراستہ ہو۔ اور جو بعض درجات میں تو متابعت رکھتا ہو۔ اور بعض میں متابعت نہ رکھتا ہو۔ وہ مجملہ تابعین میں سے ہے۔ گو ان کے درجات الگ الگ ہیں۔ علماء ظاہر پہلے درجہ میں ہی خوش ہیں۔ کاش کہ وہ اس درجہ کو ہی اچھی طرح سرانجام دیتے۔ ان لوگوں نے صرف شریعت کی صورت میں ہی متابعت کو منحصر کر رکھا ہے۔ اور اس کے علاوہ دوسرے امور کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے۔ اور صوفیاء کے طریقہ کو جو کہ درجات متابعت کے حصول کا وسیلہ ہے۔ بیکار تصور کرتے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر مقتدا اور پیر سوائے ہدایہ[2] اور بزودی[3] کے اور کسی کو نہیں سمجھتے۔ ؎

شعر[4] چوں آں کرمے کہ در سنگے نہاں است ۔۔۔۔ زمین و آسمان او ہماں است

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں اور تمہیں حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام والبرکۃ والتحیہ کی پسندیدہ متابعت میں پوری طرح ثابت قدم رکھے۔ اللہ تعالیٰ ان پر اور ان کے دوسرے بھائیوں انبیاء کرام اور ملائکہ عظام اور ان کے تمام تابعداروں پر قیامت تک اپنی رحمتیں اور سلامتی اور برکات نازل فرمائے۔ آمین۔

---

[1] جس قافلہ میں وہ ہے، میں جانتا ہوں کہ میں اس میں جنہیں پہنچ سکتا بس اتنا کافی ہے کہ دور سے مجھے گھنٹی کی آواز آتی ہے۔ ۱۲

[2] ہدایہ شیخ الاسلام برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ کی مشہور و مستند تصنیف ہے۔ ۱۲

[3] یعنی فخر الاسلام ابوالحسن علی بن محمد بن حسین بزدوی۔ ۱۲

[4] اس کیڑے کی طرح جو کہ پتھر میں پوشیدہ ہے۔ اس کا آسمان اور زمین تو وہی پتھر ہے۔ ۱۲

مکتوب نمبر ۵۵

عالی درجات مخدوم زادگان خواجہ محمد سعید اور خواجہ محمد معصوم کی طرف صادر فرمایا۔

(اس بیان میں کہ قرآن مجید شریعت کے تمام احکام کا جامع ہے۔ اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب اور صوفیائے کرام کی مدح اور اس بات کے بیان میں کہ تصوف کا دارومدار شریعت پر ہے۔ اور اس بیان میں کہ الہامی احکام ہر وقت ثابت ہیں۔ اس سے مناسب امور کے بیان میں۔)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى

قرآن مجید تمام احکام شرعیہ کا جامع ہے۔ بلکہ تمام پہلی شریعتوں کا بھی جامع ہے۔ ہاں اتنی بات ہے۔ کہ اس شریعت کے بعض احکام ایسے ہیں۔ جو عبارۃ النص اور اشارۃ النص اور دلالۃ النص اور اقتضاء النص سے معلوم ہوتے ہیں۔ اور اہل لغت میں سے عوام اور خواص ان کو سمجھنے میں برابر ہیں۔ اور احکام کی دوسری قسم وہ ہے۔ جو کہ اجتہاد اور استنباط کے ذریعہ معلوم ہوتے ہیں۔ اور ان احکام کا سمجھنا ائمہ مجتہدین کے ساتھ خاص ہے۔ بقول حضور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام اور آپ کی امت کے تمام مجتہد سب شامل ہیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو کہ وحی کا زمانہ تھا۔ اجتہادی احکام خطا اور ثواب میں متردد نہ تھے۔ بلکہ یقینی وحی سے خطا کرنے والے کی غلطی اور درست اجتہاد کرنے والے کی درستی بالکل الگ الگ ہو جاتی تھی۔ اور حق اور باطل آپس میں ملے جلے نہ رہتے تھے۔ کیونکہ غلطی پر ثابت اور برقرار رکھنا نبی کے لیئے جائز نہیں ہے بر خلاف ان احکام اجتہادیہ کے جو کہ وحی کے زمانہ کے بعد مجتہدین کو بطریق استنباط حاصل ہوئے ہیں۔ ان میں خطا اور ثواب دونوں کا احتمال ہے۔

یہی وجہ ہے کہ وہ اجتہادی احکام جو کہ وحی کے زمانہ میں ثابت ہو چکے ہیں۔ وہ موجب یقین ہیں۔ اور عمل اور اعتقاد کے اثبات کے لیے مفید ہیں۔ اور جو وحی کے زمانہ کے بعد ثابت ہوئے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ موجب ظن ہیں۔ عمل کے لئے تو مفید ہیں۔ لیکن اعتقاد کے اثبات میں ناکافی ہیں۔

اور قرآن مجید کے احکام کی تیسری قسم وہ ہے کہ انسانی طاقت ان کے سمجھنے سے قاصر ہے۔ جب تک خداوند تعالیٰ جل سلطانہ کی طرف سے ان کی اطلاع نہ ہو۔ ان احکام کو نہیں سمجھا جا سکتا اور اس اطلاع کا حصول پیغمبر علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور پیغمبر کے علاوہ اور کسی کو اس کی اطلاع نہیں ہوتی۔

یہ احکام اگرچہ قرآن مجید سے ماخوذ ہیں۔ لیکن چونکہ ان کا اظہار نبی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے ہوتا ہے۔ تو مجوزاً ان کو سنت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کا اظہار سنت کی طرف سے ہوتا ہے علماء اسی طرح جیسے کہ احکام اجتہادیہ کو قیاس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کا مظہر قیاس ہے۔ پس سنت اور قیاس دونوں مظہر احکام ہیں۔ اگرچہ ان دونوں میں بہت فرق ہے۔ کہ ان میں سے ایک (قیاس) کا اعتماد تو رائے پر ہے جس میں غلطی کا امکان ہے۔ اور دوسرے سنت کو خدا تعالیٰ کی اطلاع کی تائید حاصل ہے جس میں غلطی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اور یہ آخری قسم اصل (قرآن مجید) کے ساتھ کمال مشابہت رکھتی ہے۔ گویا کہ احکام کی مثبت یہی ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ تمام احکام کی مثبت وہی کتاب عزیز (قرآن مجید) ہے

جان لینا چاہیے۔ کہ اجتہادی احکام میں امتی کا پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اختلاف ممکن ہے۔ لیکن شرط یہ ہے۔ کہ وہ غیر نبی امتی اجتہاد کے مرتبہ کو پہنچ چکا ہو۔ اور وہ احکام جو کہ عبارت النص اور اشارۃ النص اور دلالۃ النص سے ثابت ہوں۔ اور اسی طرح وہ جو سنت سے ثابت ہوں۔ ان میں کسی کو مخالفت کی مجال نہیں ہے بلکہ تمام امت پر ان کی اتباع لازم ہے۔ پس امت کے مجتہدین کے لئے اجتہادی احکام میں پیغمبر کی رائے کی متابعت لازم نہیں ہے۔ بلکہ اس مقام پر درست یہ ہے۔ کہ مجتہد اپنی رائے پر عمل کرے۔

اس جگہ ایک باریک نکتہ ہے۔ جان لینا چاہیے۔ کہ وہ پیغمبر جو اولوالعزم پیغمبر کی شریعت کے تابع ہیں۔ ان پر فرض انہی احکام کی اتباع لازم ہے۔ جو کہ ان کی کتابوں اور صحیفوں سے بطریق عبارت و اشارۃ و دلالۃ النص ثابت ہوں نہ کہ وہ احکام جو ان کے اجتہاد اور سنت سے ظاہر ہوتے ہیں۔ کیونکہ اجتہادی احکام میں جب ایک امتی مجتہد کو بھی پیغمبر سے اجتہاد میں اختلاف کی گنجائش ہے۔ تو تابع پیغمبر پر ان احکام کی اتباع کیسے لازم ہو سکتی ہے۔ اور وہ احکام جو سنت سے ثابت ہوتے ہوں۔ ان میں جس طرح پیغمبر اولوالعزم کو اطلاع خداوندی ہوتی ہے۔ اسی طرح غیر اولوالعزم پیغمبر کو بھی ہوتی ہے۔ پھر متابعت کیسی؟ بلکہ متابعت کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ کیونکہ ہر وقت اور ہر گروہ کے اندازہ کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے الگ الگ احکام نازل ہوتے ہیں۔ کبھی حلت مناسب ہوتی ہے۔ تو کسی وقت حرمت۔ اور یہ حل و حرمت دونوں ہی خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ صحیفے سے ماخوذ ہوتی ہیں جیسے کہ دو مجتہد ایک ہی ماخذ سے دو مختلف حکم اخذ کرتے ہیں۔ ایک اسی عبارت سے حق سمجھتا ہے۔ اور دوسرا حرمت۔

سوال :۔ اس اختلاف کی اجتہاد میں تو گنجائش ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اس کا دارومدار قیاس و رائے پر ہے۔ جس میں غلط اور صحیح دونوں کا احتمال ہے۔ لیکن یہ صورت خداوند تعالیٰ کے اعلام (اطلاع) میں گنجائش نہیں رکھتی۔ اس لئے کہ وہاں غلط اور درست میں تردد جائز نہیں ہے۔ بلکہ حق جل وعلا کے نزدیک تو یقینی طور پر ایک ہی حکم ہے۔ اگر حلال ہے تو حرام کی گنجائش نہیں ہے۔ اور اگر حرام ہے۔ تو حلال کی مجال نہیں ہے۔

جواب: ہو سکتا ہے۔ کہ ایک قوم کی نسبت وہی چیز حلال ہو۔ اور دوسری قوم کے لئے وہ حرام ہو۔ پس خداوند تعالےٰ کا حکم ایک ہی واقعہ میں متعدد ہو سکتا ہے۔ جب قومیں الگ الگ ہوں۔ اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے ہاں ختم الرسل کی امت میں یہ صورت درست نہیں ہے۔ کیونکہ تمام لوگ ایک ہی شریعت کے احکام کے محکوم ہیں۔ لہذا ایک ہی واقعہ میں خداوند تعالےٰ کے دو حکم مختلف نہیں ہوں گے۔

سوال: - پیغمبر اولوالعزم ایک چیز کی حلت کا حکم کرتا ہے۔ اور پیغمبر متابع اسی چیز کو حرام ٹھہراتا ہے۔ تو لازم آئے گا۔ کہ حکم ثانی حکم اول کا ناسخ ہو۔ اور یہ جائز نہیں ہے۔ کیونکہ کسی چیز کو منسوخ کرنا پیغمبر اولوالعزم کے ساتھ خاص ہے۔ دوسرا پیغمبر ناسخ نہیں ہو سکتا۔

جواب: - جو نسخ اس صورت میں لازم آتا ہے۔ کہ حکم ثانی تمام لوگوں کے لئے عام ہو۔ تاکہ اس حکم کو رفع کرے جو ایک گروہ کی نسبت دیا گیا تھا۔ اور یہاں حکم ثانی عام نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک گروہ کی نسبت اس کو حرام کیا گیا ہے۔ اس کا پہلے حکم سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ کیا تم اس پر غور نہیں کرتے۔ کہ ایک ہی واقعہ میں ایک مجتہد حلت کا فتویٰ دیتا ہے۔ اور اسی واقعہ میں دوسرا مجتہد حرمت کا فیصلہ کرتا ہے۔ اور ان میں نسخ نہیں ہوتا۔

ہاں یہ توضیح ہے۔ کہ ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ کہ اس جگہ انسانی رائے ہے۔ اور اس جگہ خداوندی اطلاع رائے میں متعدد حکم کی گنجائش ہے۔ اور الہام میں گنجائش نہیں ہوتی۔ لیکن متعدد اقوام سے اس کا علاج ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ پس پہلی شریعتوں میں بھی ان احکام میں جو کہ پیغمبران اولوالعزم کی کتابوں اور صحیفوں سے بلحاظ لغت معلوم ہوتے ہیں۔ پیغمبران متابع کو بھی ان میں مخالفت کی مجال نہیں ہے۔ اور ان احکام میں بھی جو سب لوگوں کے لئے وارد ہوتے ہیں۔ ہر متابع پیغمبر جس قوم کو بھی وہ تبلیغ کرے گا۔ ان احکام کے خلاف تبلیغ نہ کرے گا۔ اگر حلال ہے تو سب کے لئے حلال ہے۔ اور اگر حرام ہے۔ تو سب کے لئے حرام ہے۔ اس وقت تک کہ کوئی اور اولوالعزم پیغمبر آئے اور اس حکم کو اٹھا دے۔ اس وقت نسخ متصور ہوگا۔

پس نسخ ان احکام میں ہوتا ہے۔ جو کہ بحسب لغت صحیفہ منزلہ سے ثابت ہوں۔ اور وہ احکام جو اجتہاد اور الہام سے ثابت ہوں۔ اور سنت اور اجتہاد کی طرف منسوب ہوں۔ ان میں نسخ نہیں ہوتا۔ کہ ایسے احکام بعض لوگوں کیلئے ہوتے ہیں۔ اور بعض اس سے مستثنیٰ ہوتے ہیں۔ پس ایک پیغمبر کا اجتہاد اور اس کی سنت دوسرے پیغمبر کے اجتہاد اور سنت کی ناسخ نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ کسی دوسری قوم کے لئے ہوتا ہے۔ اور یہ کسی اور قوم کے لئے۔ ہاں اگر یہ اختلاف سب لوگوں کے لئے یا کسی ایک ہی قوم کیلئے ہو تو اس صورت میں واقعی نسخ ہوگا۔ جیسا کہ اس شریعت میں ہے۔ جو کہ تمام لوگوں کے لئے ہے۔ حکم ثانی حکم اول کے لئے ناسخ ہوگا۔ پس ہمارے پیغمبر علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی پچھلی سنت ان کی پہلی سنت کی ناسخ ہوگی۔

اور حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام جو کہ بعد نزول اس شریعت کی اتباع کریں گے۔ آں سرور علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کی اتباع بھی کریں گے۔ کہ اس شریعت کا نسخ جائز نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ علمائے ظواہر حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اجتہادات کی اپنے ماخذ کے کمال اور دقیق ہونے کی وجہ سے مخالفت کریں اور ان کو کتاب و سنت کے مخالف سمجھیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حال امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح ہے۔ کہ پرہیزگاری اور تقویٰ کی برکت اور سنت کی متابعت کی دولت سے اجتہاد اور استنباط کے نہایت بلند درجہ پر پہنچ چکے ہیں۔ کہ دوسرے لوگ اس کے سمجھنے سے بھی قاصر ہیں۔ اور دقت معانی کی وجہ سے ان کے اجتہادات کو کتاب و سنت کے مخالف سمجھتے ہیں۔ اور ان کو اور ان کے اصحاب کو اصحاب الرائے کہتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ ان کے علم اور درایت کی حقیقت اور ان کے فہم پر مطلع نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اشاروں سے ان کی فقاہت کی دقت کو معلوم کیا۔ اور کہا تمام فقہا ابو حنیفہ کے عیال ہیں۔ افسوس ان قاصر نظروں کی جماعت پر کہ اپنے قصور کو دوسروں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ؎

قاصرے گر کند ایں قافلہ را طعنِ قصور — حاشَ لِلّٰہ کہ برآرم بزباں ایں گلہ را
ہمہ شیرانِ جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند — روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

؎ بعض غیر مقلد حضرات کم فہمی کی بنا پر آئے دن کسی نہ کسی انداز میں مسلک حنفی پر اعتراض و تنقید کرتے رہتے ہیں۔ اور اس گروہ کے متشدد بے دردی کے ساتھ تقلید ائمہ اربعہ اور اجتہادی مسائل کو بدعت سیئہ اور بدعت ضلالت قرار دیتے ہیں۔
حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مکتوب میں نہایت جامع الفاظ میں مسلک حنفی کی تصویب و تائید کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس مکتوب میں آپ نے اپنے حنفی اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقلد ہونے کا حق ادا کر دیا ہے۔ اور ناقدین و معترضین کی پوری پوری خبر لی ہے۔ حضرت شیخ مجدد رضی اللہ عنہ کی تحقیق کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

۱۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پرہیزگاری، تقویٰ اور متابعت سنت کی برکت سے اجتہاد و استنباط کے نہایت اونچے درجہ پر فائز ہیں۔ لوگ آپ کی بلندیٔ شان سمجھنے سے قاصر ہیں۔

۲۔ ناقدین و معترضین امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر اور آپ کی اجتہادی اور فقہی کاوشوں پر اس وجہ سے اعتراض کرتے ہیں۔ کہ یہ لوگ اپنی کم علمی کے باعث آپ کے دقیق اصول اجتہاد اور استنباط کو نہ سمجھ سکے۔ اسی کوتاہی کے باعث آپ کے اجتہادات کو کتاب و سنت کے خلاف اور آپ اور آپ کے تلامذہ اور متبعین کو اپنی رائے کی پیروی کرنے والے قرار دیتے ہیں۔

۳۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت شان کے اس قدر معترف ہیں۔ کہ تمام فقہا کو آپ کا عیال کہتے ہیں لیکن کوتاہ نظر معترضین پر افسوس کہ انہیں اپنا قصور نظر نہیں آتا۔ بلا سوچے سمجھے اعتراض کرتے ہیں۔ (حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

۵ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام قریب قیامت دینِ محمدی کے احیاء کے لئے آسمان سے نازل ہو کر زمین پر تشریف لائیں گے، تو شرعی فیصلے فقہ حنفی کے مطابق کریں گے۔ یعنی خدا تعالےٰ کا ایک جلیل القدر نبی بھی حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اجتہاد و استنباط کی صداقت پر مہرِ تصدیق و توثیق ثبت کرے گا۔

۶ اربابِ کشف کے مشاہدہ میں بھی یوں آتا ہے۔ کہ حنفی مذہب کی نورانیت دریائے عظیم کی طرح ہے۔ باقی مذاہب اس کے سامنے حوض اور چھوٹی چھوٹی نہروں کی طرح ہیں۔

۷ ظاہر دیکھنے میں بھی یہی نظر آتا ہے۔ کہ اہلِ اسلام کی اکثریت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی پیرو ہے۔ اور یہ بات بھی اس کے حق ہونے کی دلیل ہے۔

۸ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اتباعِ سنت اتنا تقاضائے حدیث کا یہ عالم ہے۔ کہ آپ مرسل احادیث کی پیروی بھی مسند احادیث کی طرح کرتے ہیں۔ اور صحابی کی رائے کو بھی اپنی رائے سے مقدم جانتے ہیں۔ دوسروں کا یہ مسلک نہیں۔

۹ افسوس کہ اس قدر احتیاط کے باوجود یہ ناانصاف لوگ آپ کو اپنی رائے کا پیروکار قرار دیتے ہیں۔ اور آپ کی شان میں بے ادبی کرتے ہیں۔

۱۰ اللہ تعالےٰ ان لوگوں کو توفیق دے۔ کہ اہلِ اسلام کے نامور امام کی دل آزاری نہ کریں۔ سوادِ اعظم گروہ اہلسنت کو دکھ نہ دیں۔ یہ مخالفین خدا تعالےٰ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں۔ (لیکن اپنے اس فاسد ارادے میں انشاء اللہ تاقیامت کامیاب نہیں ہوں گے۔

۱۱ مخالفین اگر دل سے اس بات کے قائل ہیں۔ کہ حنفی فقہ پر چلنے والے کتاب و سنت کے مقابلے میں اپنے امام کی رائے کے پیرو ہیں۔ تو پھر اعلانیہ طور پر احناف کو اسلام سے خارج قرار دیں۔ بلکہ دنیا صحیح صورتحال سے آگاہ ہو جائے۔

۱۲ ان کوتاہ اندیش لوگوں نے در اصل چند احادیث یاد کر رکھی ہیں۔ احکامِ دین کو صرف انہیں میں منحصر سمجھتے ہیں۔ اپنی معلومات کے ماسوا دوسری چیزوں کی نفی کرتے ہیں۔

۱۳ ہزار افسوس ان کے خشک تعصب اور فاسد نظر پر

مجھے امید ہے۔ کہ حاشیہ کی صورت میں دیا گیا یہ خلاصہ مزید تازگی ایمان و ایقان کا ذریعہ بنے گا۔ اور ممکن ہے کہ غیر مقلد حضرات میں سے جو منصف مزاج ہیں۔ انہیں بھی اللہ تعالےٰ ہدایت عطا کرے کہ وہ بھی سوادِ اعظم کے طریقہ کو اختیار کریں۔ اور تعصب اور کج روی سے باز آئیں۔ اللہ تعالےٰ ہی ہدایت و درستی کی توفیق دینے والا ہے۔ محمد سعید احمد غفر لہٗ

۱۴ اگر کوئی کوتاہ نظر اس قافلہ پر قصور کا طعنہ کرتا ہے۔ تو خدا پاک ہے۔ کہ میں زبان پر اس کا گلہ لاؤں۔

۱۵ تمام دنیا کے شیر اس سلسلہ میں جکڑے ہوئے ہیں۔ لومڑی حیلہ سے اس زنجیر کو کیسے توڑ سکتی ہے۔

اور اسی مناسبت سے جو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے رکھتے ہیں، ہوسکتا ہے، کہ خواجہ محمد پارسا نے فصول ستہ میں جو لکھا ہے، اسی نے لکھا ہو، کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد از نزول امام ابو حنیفہؒ کے مذہب پر عمل کریں گے۔ یعنی حضرت روح اللہ کا اجتہاد امام اعظمؒ کے اجتہاد کے مطابق ہوگا۔ نہ یہ کہ وہ اس مذہب کی تقلید کرینگے۔ کہ ان کی شان اس سے بہت بلند ہے۔ کہ وہ علمائے امت کی تقلید کریں۔

بلا تعصب و تکلف یہ کہا جا سکتا ہے، کہ اس مذہب کی نورانیت کشفی طور پر دریائے عظیم کی طرح نظر آتی ہے۔ اور باقی دوسرے تمام مذہب اس کے مقابل حوض اور چھوٹی نہروں کی طرح معلوم ہوتے ہیں۔ اور ظاہر میں بھی جو کچھ نظر آرہا ہے وہ یہ ہے، کہ اہل اسلام کی اکثریت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی پیرو ہے۔ اور یہ مذہب کثرت متبعین کے باوجود اصل اور فروع میں دوسرے تمام مذاہب سے متمیز ہے۔ اور استنباط میں اپنا ایک الگ طریقہ رکھتا ہے۔ اور یہ بات اس کے حق ہونے کی دلیل ہے۔

عجیب معاملہ ہے، کہ امام ابو حنیفہؒ سنت کی پیروی میں سب سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ اور مرسل احادیث کی پیروی بھی مسند احادیث کی طرح کرتے ہیں۔ اور ان کو اپنی رائے پر مقدم رکھتے ہیں۔ اور اسی طرح صحابی کے قول کو بھی خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کی صحبت کی وجہ سے اپنی رائے پر مقدم رکھتے ہیں۔ اور دوسروں کا یہ مسلک نہیں ہے اس کے باوجود مخالف ان کو اصحاب الرائے کہتے ہیں، اور ان کی طرف ایسے الفاظ منسوب کرتے ہیں۔ جن سے سوء ادبی ظاہر ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ سب ان کے کمال علم اور تقویٰ اور پرہیزگاری کی کثرت کے بھی معترف ہیں۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے ان کو توفیق دے، کہ وہ دین کے سردار اور اہل اسلام کے رئیس کی دل آزاری نہ کریں۔ اور اسلام کے سواد اعظم کو ایذا نہ پہنچائیں۔ یہ لوگ خدا کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں۔

وہ لوگ جو اکابر دین کو اصحاب الرائے کہتے ہیں، اگر یہ عقیدہ رکھتے ہیں، کہ وہ اپنی رائے سے حکم کرتے تھے اور کتاب و سنت کی متابعت نہیں کرتے تھے، تو اس صورت میں وہ اپنے گمان فاسد کی بنا پر اہل اسلام کے سواد اعظم کو گمراہ اور بدعتی کہتے ہیں۔ بلکہ اپنے خیال میں ان کو اہل اسلام کی جماعت سے خارج قرار دیتے ہیں۔ تو یہ عقیدہ یا تو وہ جاہل رکھتا ہوگا، جو خود اپنی جہالت سے بے خبر ہے۔ یا وہ بے دین آدمی جس کا مقصد نصف دین کو باطل کرنا ہے۔ چند ایک ناقص لوگوں نے چند احادیث یاد کر رکھی ہیں، اور احکام دین کو انہی میں منحصر سمجھتے ہیں، اور اپنے معلومات کے ماسوا دوسری چیزوں کی نفی کرتے ہیں۔ اور جو ان کے نزدیک ثابت نہیں ہے، اس کا انکار کرتے ہیں۔ ؎

ع چوں آں کرمے کہ در سنگے نہان است زمین و آسمان او ہمان است

ہزار افسوس ان کے خشک تعصب اور ان کی نظر فاسد پر کہ فقہ کے بانی ابو حنیفہؒ ہیں۔ اور لوگوں نے فقہ کا تین چوتھائی حصہ ان کے لئے مسلّم رکھا ہے۔ اور صرف باقی چوتھائی حصہ میں دوسرے فقہا ان کے شریک ہیں۔ اور فقہ میں

ع اس کیڑے کی طرح جو کسی پتھر میں پوشیدہ ہے۔ اس کا زمین و آسمان وہی پتھر ہے۔

صاحب خانہ وہ ہے۔ اور دوسرے سب اس کے عیال ہیں۔ باوجودیکہ میں مذہب حنفی کا پابند ہوں۔ لیکن مجھے امام شافعی سے گویا ذاتی محبت ہے۔ ان کو بزرگ سمجھتا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض نفلی اعمال میں میں ان کے مذہب کی تقلید کرتا ہوں۔ لیکن کیا کروں۔ کہ دوسرے فقہا کو میں باوجود بے انتہا علم اور کمال تقوے کے امام ابوحنیفہ کے مقابلہ میں بچوں کی طرح دیکھتا ہوں۔ اور حقیقت معاملہ خدا تعالیٰ کے سپرد ہے۔

اب ہم اصل بات کی طرف آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ اوپر گزر چکا ہے۔ کہ اجتہادی احکام میں اختلاف کرنا اگرچہ وہ اختلاف پیغمبر ہی سے صادر کیوں نہ ہو۔ نسخ کو مستلزم نہیں ہے۔ برخلاف اس اختلاف کے جو کتاب و سنت کے احکام میں ہو۔ کہ وہ موجب نسخ ہے۔ جیسا کہ اس کی تحقیق پہلے گزر چکی ہے۔ پس ثابت ہوا۔ کہ احکام شریعت کے اثبات میں اصل چیز کتاب و سنت ہے۔ اور مجتہدین کا قیاس اور امت کا اجماع بھی احکام کا مثبت ہے ان چار شرعی دلائل کے سوا کوئی دلیل بھی احکام شرعیہ کی مثبت نہیں ہو سکتی۔ الہام حلت و حرمت کا مثبت نہیں ہے اور اہل باطن کا کشف فرض و سنت کا اثبات نہیں کر سکتا۔ ولایت خاصہ کے مالک اور عام مومن مجتہدین کی تقلید میں برابر ہیں۔ اور کشف اور الہام سے ان کو کوئی فضیلت نہیں مل سکتی۔ اور وہ تقلید کی زنجیر سے باہر نہیں نکل سکتے۔ ذوالنون مصری اور بایزید بسطامی اور جنید بغدادی اور شبلی احکام اجتہادیہ میں مجتہدین کی تقلید کرنے میں زید۔ عمرو بکر اور خالد کے ساتھ جو کہ عام مومنین میں سے ہیں۔ برابر ہیں۔

ہاں ان بزرگوں کی فضیلت اور امور میں ہے۔ یہ لوگ اصحاب کشف و مشاہدہ ہیں۔ اور یہی لوگ تجلیات و ظہورات کے مالک ہیں۔ جو کہ محبوب حقیقی جل سلطانہ کی محبت کے غلبہ میں اس کے ماسوا سے تعلق توڑے ہوئے ہیں۔ اور غیر و غیریت کو دیکھنے اور سمجھنے سے آزاد ہو چکے ہیں۔ اگر ہم یہ کچھ حاصل رکھتے ہیں۔ تو وہی ان کا حاصل ہے۔ اور اگر واصل ہیں۔ تو اسی سے واصل ہیں۔ دنیا میں رہتے ہوئے بھی دنیا میں نہیں ہیں۔ اور باخود ہوتے ہوئے بھی بے خود ہیں اگر یہ زندہ ہیں۔ تو اسی کے لئے زندہ ہیں۔ اور اگر یہ مرتے ہیں۔ تو اسی کے لئے مرتے ہیں۔ ان کے بتدی غلبہ محبت کے ذریعہ سے مطلوب کو دنیا کے ہر ایک ذرہ کے آئینہ میں مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور ہر ذرہ کو اللہ تعالیٰ کے اسمائی وصفاتی تمام کمالات کا جامع سمجھتے ہیں۔ اور ان کے منتہیوں کا کیا نشان دیا جائے۔ کہ وہ بے نشان ہیں۔ ان کا پہلا قدم ماسوا کو فراموش کرنا ہے۔ اور ان کے دوسرے قدم کو کیا بیان کیا جائے۔ کیونکہ وہ آفاق و انفس سے باہر ہے۔ الہام ان کو ہوتے ہیں۔ اور کلام ان سے ہوتا ہے۔ اکابر حقیقت بیں یہی لوگ ہیں۔ یہ علوم اور اسرار بلا واسطہ اصل سے اخذ کرتے ہیں۔ اور مجتہدین کی طرح کہ وہ اپنی رائے اور اجتہاد کے پابند ہوتے ہیں۔ یہ لوگ بھی معارف و مواجید میں اپنے الہام وفراست کے تابع ہیں۔

حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ نے لکھا ہے۔ کہ علوم لدنی کے فیض دینے میں حضرت خضر کی روحانیت ہمو

ہے۔ علی نبینا و علی جمیع الانبیاء والمرسلین الصلوٰۃ والسلام۔ بظاہر یہ بات ابتدا اور توسط کی نسبت معلوم ہوتی ہے اور منتہی کا معاملہ ہی دوسرا ہے۔ جیسا کہ صاف کشف اس کی شہادت دیتا ہے۔ اور اسی کی تخصیص کا موید حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ تعالیٰ سرہ کا وہ قول ہے۔ کہ ایک روز وہ منبر پر بیٹھ کر علوم اور معارف بیان کر رہے تھے کہ اس اثنا میں حضرت خضر کا گزر ہوا۔ تو شیخ نے فرمایا "اے اسرائیلی! آ کلام محمدی سن" شیخ کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت خضر محمدی نہیں ہیں۔ بلکہ پہلی امتوں میں سے ہیں۔ اور جب ایسا ہو تو محمدیوں کو ان سے کیا واسطہ!

پس معلوم ہوا کہ علوم اور معارف احکام شرعیہ کے علاوہ اور چیزیں ہیں۔ جن کے ساتھ اہل اللہ مخصوص ہیں۔ یہ صحیح ہے۔ کہ وہ معارف انہی احکام کا نتیجہ اور ثمرہ ہیں۔ اور درخت لگانے کا مقصد انہی ثمرات کا حصول ہے۔ لیکن جب تک درخت قائم ہے۔ ثمرات کی توقع ہے۔ اور جب اصل درخت میں خلل واقع ہوگا۔ تو پھل ختم ہو جائیں گے۔ بیوقوف ہے۔ وہ آدمی جو درخت کو تو کاٹے۔ اور پھلوں کی توقع رکھے۔ جس قدر درخت کی اچھی طرح پرورش کریں گے۔ اتنا ہی وہ پھل زیادہ دے گا۔ اور پھل اگرچہ مقصود ہے۔ لیکن پھر بھی وہ درخت کی فرع ہے۔ شریعت کی پابندی کرنے والے اور شریعت میں سستی کرنے والے کی یہی مثال سمجھ لیں۔ جو شریعت کی پابندی کرتا ہے۔ وہ صاحب معرفت ہے۔ جتنی پابندی زیادہ کرے گا۔ اتنی ہی معرفت زیادہ ہوگی۔ اور جو سستی کرنے والا ہے۔ وہ معرفت سے بے نصیب ہے۔ اور اگر بالفرض وہ اپنے فاسد گمان کی بنا پر کچھ رکھتا ہے۔ تو وہ استدراج ہے۔ کہ جوگی اور برہمن بھی اس میں شریک ہیں۔ ہر وہ حقیقت جس کو شریعت رد کر دے۔ وہ بیدینی اور الحاد ہے۔

پس جائز ہے۔ کہ خواص اہل اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے افعال اور ذات وصفات کے معارف میں بعضے اسرار و دقائق معلوم کریں۔ کہ ظاہر شریعت ان معارف سے خاموش ہو۔ اور حرکات و سکنات میں خداوند تعالیٰ کا اذن یا عدم اذن معلوم کریں۔ اور خدا تعالیٰ کی مرضی اور عدم کو جان لیں۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے۔ کہ بعض اوقات میں بعض نفلی عبادتوں کا ادا کرنا وہ ناپسندیدہ جانتے ہیں۔ اور ان کو ان کے چھوڑ دینے کا حکم ہوتا ہے۔ اور کبھی وہ سونے کو جاگنے سے بہتر سمجھتے ہیں۔ احکام شرعیہ اوقات پر مقرر ہیں۔ اور احکام الہامیہ ہر وقت ثابت ہیں۔ اور چونکہ ان بزرگوں کی حرکات و سکنات خدا تعالیٰ کے اذن سے وابستہ ہیں۔ تو ان کا دوسروں کے نوافل ان کے فرائض ہیں۔ مثلاً ایک کام ایک آدمی کی نسبت شریعت کا نفلی حکم ہے۔ اور وہی فعل کسی دوسرے کے لئے بطور الہام فرض ہے۔

پس دوسرے کبھی نوافل ادا کرتے ہیں۔ اور کبھی امور مباحہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اور یہ بزرگوار چونکہ کام کو خدا تعالیٰ کی اجازت اور حکم سے کرتے ہیں۔ تو وہ سب ان کے لئے فرض ہوتے ہیں۔ دوسروں کے مباح اور مستحب ان کے فرائض ہیں۔ اس لحاظ سے ان بزرگواروں کی بلندی مرتبہ معلوم کرنا چاہیئے۔ علمائے ظاہر امور دین میں غیبی اخبار کو صرف انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں۔ اور دوسروں کی ان اخبار میں شرکت

جائز نہیں سمجھتے۔ اور یہ بات وراثت کے منافی ہے۔ اور بہت سے علوم اور معارف صحیحہ کی نفی ہے۔ جو کہ دین متین کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ ہاں شرعی احکام اور آرا ربعہ سے وابستہ ہیں۔ کہ الہام کو ان میں کوئی دخل نہیں ہے۔

لیکن امور دینیہ احکام شرعیہ کے علاوہ اور بھی بہت سے ہیں۔ کہ جن میں پانچواں اصل الہام ہے۔ بلکہ کہنا چاہیئے۔ کہ تیسرا اصل الہام ہے۔ کتاب و سنت کے بعد یہ اصل قیامت تک قائم ہے۔ پس دوسروں کو ان بزرگوار سے کیا نسبت ہو بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے۔ کہ دوسرے لوگ بعض اوقات میں عبادت کرتے ہیں۔ اور وہ عبادت ناپسند ہوتی ہے۔ اور یہ بزرگوار بعض حالات میں عبادت چھوڑ دیتے ہیں۔ اور وہ چھوڑ دینا پسندیدہ ہوتا ہے۔ کہ حق جل وعلا کے نزدیک ان کا ترک دوسروں کے فعل سے بہتر ہے۔ اور عوام اس کے برخلاف حکم کرتے ہیں۔ اس کو عابد سمجھتے ہیں۔ اور اس کو مکار اور زندیق۔

سوال :۔ جب دین کتاب و سنت سے مکمل ہو چکا۔ تو مکمل ہونے کے بعد الہام کی کیا ضرورت پڑی۔ اور کیا نقصان رہ گیا تھا۔ جو کہ الہام سے پورا ہوا۔

جواب :۔ الہام دین کے مخفی کمالات کا مظہر ہے۔ نہ کہ کمالات زائدہ کا مثبت جیسا کہ اجتہاد احکام کا مظہر ہے اسی طرح الہام دقائق و اسرار کا مظہر ہے۔ کہ اکثر لوگوں کا فہم اس کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ ہر چند کہ اجتہاد اور الہام میں فرق واضح ہے۔ کہ اس کا دارومدار رائے پر ہے۔ اور اس کا دارومدار خداوند تعالےٰ کی ذات پر ہے۔ پس الہام میں ایک قسم کی اصلیت پیدا ہو گئی۔ جو اجتہاد میں نہیں تھی۔ الہام کی مثال نبی کی مثال کی طرح ہے۔ جو کہ سنت کا ماخذ ہے۔ جیسا کہ اوپر گزر چکا۔ اگرچہ الہام ظنی ہے۔ اور الہام قطعی۔ اے ہمارے رب ہمیں اپنی جناب سے رحمت عنایت فرما۔ اور ہمارے کام میں بھلائی پیدا کر۔ اور سلام اس پر ہو۔ جو ہدایت کی پیروی کرے۔

مکتوب نمبر ۵۶

مولانا عبدالقادر انبالی کی طرف صادر فرمایا۔

(اس بیان میں کہ عارف کا معاملہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ کہ دوسروں کی برائیاں اس کے حق میں نیکی کا حکم پیدا کر لیتی ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ

اللہ تعالےٰ نے فرماتا ہے۔ "یہ وہ لوگ ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیتا ہے۔" معترض کا